

عہد نبویؐ کی سیاست خارجہ کا ایک اہم اصول تالیف قلبی

ڈاکٹر محمد حمید اللہ

پہلی اسلامی مملکت عہد نبویؐ میں قائم ہوئی۔ اس کی خارجہ سیاست کے بہت سے اصول تھے۔ ان پر الگ الگ بحث کیے بغیر نہ ان کی اہمیت سمجھ میں آ سکتی ہے اور نہ ان کا صحیح مفہوم۔ یہاں صرف ایک چیز پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے، وہ غیر مما لک کے باشندوں کا دل موہ لیتا ہے۔ سوال کرنے والا پوچھ سکتا ہے کہ اس کا کیا ثبوت کہ مملکت اسلامیہ کی خارجہ سیاست میں یہ اصول عہد نبویؐ میں ملحوظ رہا؟ مگر نظری احکام اور عملی نظائر کی روشنی میں اس استنباط کے سوا چارہ نہیں رہتا۔

اولاً قرآن مجید میں سرکاری موازنے کے لیے خرچ کے جو مدارات مقرر کیے گئے ہیں، ان میں عام محتاجوں، مسکینوں وغیرہ کے ساتھ ایک اہم مد ”المؤلفۃ قلوبہم“ کی دی گئی ہے کہ دلوں کے موہ لینے کے لیے خرچ کیا جانا چاہیے۔

جو چیز قرآن مجید میں موجود ہو اور جناب رسالت مآبؐ کا زندگی بھر اس پر عمل رہا ہوں، اور اس کی منسوخی کے امکان کا اشارہ، کنایہ تک کسی حدیث نبویؐ میں ذکر نہ ہو تو محض بعض متاخر فقہاء کا بیان کہ یہ منسوخ شدہ حکم ہے، کسی راسخ العقیدہ مقلد کے لیے قابل قبول نہیں رہتا۔ ان فقہاء کو حضرت عمرؓ کے شاید ایک جملے سے دھوکا ہوا۔ سیاق و سباق سے پچھڑا ہوا بیان ایک خالص سیاسی معاملے کے متعلق بعض غیر سیاستدان (مگر نیک طینت و نیک نیت) فقہاء کی سمجھ میں نہ آیا ہو تو اس سے رسول اللہؐ کے جاری و باقی رکھے ہوئے حکم قرآنی کو منسوخ کرنے کی ذمہ داری لینی کم از کم مجھے تو پسند نہیں۔ اصل میں حضرت عمرؓ کی طرف یہ بیان منسوب ہے کہ اب اسلام نے خدا کو عزت دی ہے، اس لیے کسی کو اسلام لانے کی ترغیب دینے کے لیے رقم خرچ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر یہ روایت صحیح بھی ہے تو کیا اذا

فات الشرط فاف المشروط کی بناء پر یہ ناگزیر نہیں کہ دیگر زمانوں میں اور دیگر ممالک کی حد تک جہاں شوکتِ فاروقی کا فرمانہ ہو، یہ حکم پھر بحال ہو جائے؟ یوں بھی دل موہ لینے یا تالیفِ قلبی کی صرف یہی ایک شکل نہیں ہے کہ اسلام قبول کرنے کی ترغیب دینے کے لیے کسی کو انعام اکرام دیا جائے۔

پانچویں صدی ہجری کے وسط میں وفات پانے والے مشہور، حنبلی امام ابو یعلیٰ الفراء نے اپنی کتاب الاحکام السلطانیہ، آیت ”المؤلفة قلوبہم“ کی بڑی گہری اور دور رس تشریح کی ہے وہ فرماتے ہیں:

و اما المؤلفة قلوبہم هم أربعة أصناف

”رہے مؤلفۃ القلوب، سو ان کی چار قسمیں ہیں“

۱۔ صنف تتألف قلوبہم لمعونۃ المسلمین

”ایک قسم ان لوگوں کی ہے جن کے دل مسلمانوں کو مدد دینے کے لیے موہ لیے جاتے ہیں“

۲۔ و صنف تتألف للكف عن المسلمین

”ایک قسم ان کی ہے جن کی تالیفِ قلبی اس لیے کرنی ہے کہ وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے

سے باز رہیں“

۳۔ و صنف تتألف لیرغیہم فی الاسلام

”ایک قسم ان لوگوں کی ہے جن کو اسلام قبول کرنے کے لیے ترغیب دی جاتی ہو“

۴۔ و صنف يتألفهم ترغیاً لقومہم و عشائیرہم فی الاسلام

”اور ایک قسم ان لوگوں کی ہے جن کی تالیفِ قلبی سے ان کی قوم اور خاندان والوں کو اسلام

لانے کی ترغیب ہوتی ہے“

فیجوز أن يعطى كل واحد من هذه الأصناف من سهم المؤلفة، مسلماً

كان أو مشركاً. (۱)

”چنانچہ یہ چیز جائز ہے کہ ان اقسام میں سے ہر ایک کو مؤلفۃ القلوب کی مد سے حصہ دیا

جائے، چاہے وہ مسلمان ہو یا مشرک“

ابن رشد نے اپنی مستند تالیف ”بداية المجتهد“ میں بیان کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی بھی اسی کے قائل تھے کہ یہ قرآنی حکم منسوخ نہیں ہوا بلکہ اب تک باقی ہے، اور امام وقت اس سے مصالح اسلامی کا کام لے سکتا ہے۔ (۲)

اہل سنت کے تین بڑے مذاہب کے مستند نمائندوں کی رائے معلوم کرنے کے بعد یہ عقلی دلیل اضافی کی جاسکتی ہے کہ ہر زمانے میں اور ہر ملک میں متمدن سلطنتوں کو اس کی ضرورت رہتی ہے کہ

- ۱۔ دشمن کو دوست اور مددگار بنانے کے لیے
- ۲۔ یا کم از کم غیر جانبدار ہو جانے کے لیے
- ۳۔ اور دوستوں کو انعام دے کر مزید اور عظیم تر کارگزاریوں پر آمادہ کرنے کے لیے
- ۴۔ نیز دیگر دوستوں کو ترغیب و تشویق دلانے کے لیے
- ۵۔ یا دھمکے لوگوں کو تائید میں مستحکم کرنے کے لیے
- ۶۔ یا مماثل مصالح کے لیے

اس کی ضرورت رہتی آئی ہے کہ ”سیکرٹ سروس“ (Secret Service) سے کام لیں اس اجمال کی بیسیوں تفصیلات ہو سکتی ہیں۔
اب ہم سیرۃ النبیؐ کے حصہ نظر پر نظر ڈالیں گے۔

ابھی مکہ فتح نہیں ہوا تھا کہ ایک مرتبہ وہاں سخت قحط پڑا۔ آنحضرت ﷺ نے بروایت فقیہ کبیر اور سرخسی، ابوسفیان کے پاس پانچ سواشر فیوں کی خطیر رقم بھیجی کہ مکے کے غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کرے۔ اس پر ابوسفیان نے بے بسی کے عالم میں جھنجھلا کر کہا کہ ”محمدؐ چاہتا ہے کہ اب مکے کے غرباء اور نوجوانوں کو روغنا کر بھٹکائے اور ہمارے خلاف کھڑا کر دے۔“ (۳)

ابھی صلح حدیبیہ نہیں ہوئی اور مسلمانوں کے معاشی دباؤ کے باعث قریش کی تجارت بند ہو کر روزگار پر آفت لا چکی ہے۔ ابوسفیان کا روزگار بھی تجارت ہی سے تھا۔ آنحضرت اسے مدینے کے

اچھے کھجوروں کی ایک بڑی مقدار بھیجتے ہیں اور معاوضے میں طائف کا چمڑا طلب فرماتے ہیں، جس کا اسٹاک شامی راستے کی بندش کی وجہ سے ابوسفیان کے پاس پڑا خراب ہو رہا ہوگا۔ (۴)

ابوسفیان کی لڑکی بی بی ام حبیبہؓ سے آنحضرتؐ نکاح فرمالیتے ہیں۔

کیا ان تمام خاموش دل دھیوں کا مجموعی اثر بالآخر کچھ بھی نہ ہوا ہوگا؟

مکہ میں مذکورہ بالا قحط کا زمانہ ہے۔ وہاں غلے کی درآمد مشرقی عرب خاص کر یمامہ سے ہوا کرتی تھی، یمامہ کے ایک سردار ثمامہ بن اثال نے اسلام قبول کر لیا۔ اور آنحضرت ﷺ کی اجازت سے یہ حکم دیا کہ اس کے علاقے سے اب نملہ مکہ کو براآمد نہ کیا جائے۔ مکہ والے پیٹ سے مجبور ہو گئے اور جناب رسالت مآبؐ کو اپنی رشتہ داری اور صلہ رحمی کا واسطہ دے کر خط لکھا کہ یمامہ سے غلے کی مکہ کو براآمد کی ممانعت منسوخ کر دیا جائے۔ آنحضرتؐ نے ایسا ہی کیا۔ کیا یہ سب ہی اہل مکہ پر بے اثر رہا ہوگا؟

یہ غیر مسلموں کو اسلام کے حق میں متاثر کرنا تھا۔ اس کے علاوہ نو مسلموں کو بھی بڑے بڑے انعام و اکرام دیئے جاتے، ان کے اعزاز ملحوظ رکھے جاتے، اور ہر طرح ان کو محسوس کرایا جاتا کہ صرف روحانی اور اخروی ہی نہیں، دنیاوی اور مادی حیثیت سے بھی ان کا جدید مذہب ان کے لیے سراسر مفید ہے۔ علاوہ اور مواقع کے فتح مکہ کے بعد ابوسفیانؓ وغیرہ نو مسلموں کو سینکڑوں اونٹ فی کس بطور انعام دیئے گئے۔ بخاری شریف میں ہے

”خيار کم فی الجاهلیۃ خيار کم فی الاسلام اذا فقهوا“ (۵)

”جو زمانہ جاہلیت میں معزز تھے، وہ اسلام میں بھی ویسے ہی معزز رہیں گے جب وہ اپنے دین سے واقفیت (میں کمال) پیدا کر لیں“

اور یہ حدیث بھی کہ زمانہ کفر کی بھی نیکیاں اسلام لانے کے بعد نامہ اعمال کی نیکیوں میں شامل اور اضافہ کر لی جاتی ہیں۔

حاتم طائی کا بیٹا مدینہ آیا تو آنحضرت ﷺ نے اس کے لیے مسند بچھائی۔ ایسی بیسیوں

مثالیں ملیں گی۔

سفیروں کو انعام و اکرام دینے میں جناب رسالت کو یہاں تک اہتمام تھا کہ مرض الموت کی وصیتوں میں سے ایک اسی کے متعلق تھی کہ آپؐ کا طرز عمل مسلمان آئندہ بھی جاری رکھیں۔

یہ ظاہر ہے کہ چادر دیکھ کر پاؤں پھیلانے جاسکتے ہیں۔ کبھی انعام فوراً دے دیا جاسکتا تو کبھی وعدے ہی پر اکتفا کرنی ہوتی۔ مثلاً ابولعبہ خشنی نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی کہ اگر رومی (بیزنطینی) علاقہ فتح ہو تو مجھے فلاں علاقہ جاگیر میں دیا جائے۔ آنحضرتؐ نے اسے منظور فرمایا۔ (۶)

اسی طرح ایک شیبانی شخص نے آ کر اسلام قبول کیا اور کہا: ”یا رسول اللہ! اگر شہر حیرہ فتح ہو تو مجھے وہاں کے امیر قبیلہ کی بیٹی مال غنیمت سے بطور انعام عطا فرمائیے۔ آنحضرت ﷺ کے وعدے کی خلاف ورشدہ میں حضرت خالد بن ولیدؓ نے تعمیل کی عزت حاصل کی۔ (۷)

ایسا ہی ایک معاملہ تمیم داریؓ کا ہے۔ کہتے ہیں ہجرت نبویؐ سے بھی قبل یہ آ کر مسلمان ہوئے۔ اور وعدہ لیا کہ اگر فلسطین فتح ہو تو جبرون، عیون اور بیت ابراہیم نامی گاؤں ان کو جاگیر میں دیئے جائیں۔ بہر ترک تفصیل، مختصر یہ کہ اس کی تعمیل کا موقع خلافت فاروقی میں مل سکا۔

الوثائق السیاسیۃ دستاویزات متعلقہ نیز مقرری کی الضوء الساری لمعرفۃ خبر تمیم الداریؓ، مخطوطہ پاریس ولاندن۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو بھی شام کی فتح پر سلسل نامی اراضی کے دینے کا ارادہ فرمایا۔ (۹)

تالیف قلبی کے ایک اور پہلو سے بحث کر کے آج صحبت ختم کی جاتی ہے۔ شہر طائف کا وفد مدینہ آتا ہے، اور مسلمان ہونے پر آمادہ ہے۔ شرط یہ پیش کرتا ہے کہ نماز سے مستثنیٰ کیا جائے، ان کے لیے زنا حرام نہ رہے، ان کے شہر کو بھی مکے کی طرح ایک حرم قرار دیا جائے، جہاں کے درخت کا ٹٹا اور جانوروں کا شکار کرنا ممنوع ہو۔ آنحضرت ﷺ نے جو عام جبری فوجی خدمت نافذ فرمائی تھی، اور جہاد کو فرض قرار دیا تھا اس سے ان کو مستثنیٰ کیا جائے، اور زکوٰۃ سے بھی یہ بری رہیں۔ آنحضرت ﷺ نے نماز اور زنا کی شرطوں کو رد فرمادیا اور آخری تین شرطیں منظور کر لیں۔ اور یہ رعایت بھی کہ طائف کا

بت خانہ توڑنے کے لیے اہل طائف کو مجبور نہ کیا جائے بلکہ مدینے سے سرکاری افسر جا کر اسے منہدم کرائیں (اور جب وفد چلا گیا تو حیرت زدہ صحابہؓ سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جہاد اور زکوٰۃ کی فرضیت منسوخ نہیں ہوئی ہے۔ یہ رعایت ان کو دی گئی ہے، لیکن جب اسلام ان کے دل میں گھر کر لے گا تو وہ خود بخود جہاد بھی کریں گے اور زکوٰۃ بھی دیں گے۔ اور ہوا بھی بعد کو یہی)

اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ تالیف قلبی کس حد تک کی جاسکتی ہے اور کن باتوں میں اسے مادی فائدوں کے باوجود روایتیں رکھا جاسکتا؟

غرض ”والمؤلفۃ قلوبہم“ اور ”الأنفال لله والرسول“ کے ذریعے سے قرآن مجید نے عملی سیاسیات کی جو نہایت اہم اور دور رس تعلیم دی، اور حکمران کو صوابدید کا جو وسیع حق دیا، اس کی عہد نبویؐ کی نظیروں سے کافی تشریح اور توضیح ہوتی ہے۔ زندہ قوموں میں اجتماعی مفاد کے لیے تالیف قلبی کے لیے خصوصی وزارت قائم ہوتی ہے تو مردہ قوموں میں رشتہ داری اور انفرادی مفاد کے لیے مملکت کا نقصان روا رکھا جاتا ہے۔ ایک جیتنا اور نفع حاصل کرتا ہے اور دوسرا کھوتا اور نقصان اٹھاتا ہے۔

وما توفیقنا إلا باللہ

(ماخوذ از ”عہد نبویؐ میں نظامِ صحرائی“)

☆☆☆☆☆☆

حواشی

- ۱۔ ابو یعلیٰ الفراء، الاحکام السلطانیۃ، ص ۱۱۶، دار نشر الکتب الاسلامیہ، پاکستان
- ۲۔ ابن رشد، بدلیۃ المجدد، ۲۱۵/۱، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
- ۳۔ سرخسی، محمد بن احمد، المبسوط، ۹۲۹/۱۰، دار النیر، بیروت
- ۴۔ ابو عبید قاسم بن سلام، کتاب الاموال، ص ۶۳۱، دار الفکر، بیروت

- ۵۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع، کتاب الانبیاء، حدیث: ۳۶۸۹، ناشر دارالاسلام ریاض، سعودی عرب
 - ۶۔ ابو نعیم قاسم بن سلام، کتاب الاموال، ص ۹۷
 - ۷۔ ایضاً، ص ۳۸
 - ۸۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳/۸۱، دارالکتب العلمیہ بیروت
-

رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ
هُوَ الْحَبِيبُ الَّذِي تُرْجَى شَفَاعَتُهُ
لِكُلِّ هَوَالٍ مِنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمٍ